قطعہ۔رباعی

قطعہ:

قطعہ کے لغوی معنی ٹکڑے کے ہیں اور اصطلاحی معنوں میں یہ ایک ایسی صنف شعر ہے جس میں قافیوں کی ترتیب قصیدے یا غزل کے مطابق ہوتی ہے یعنی تمام اشعار کے دوسرے مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن غزل اور قصیدے کے برعکس قطعے میں بالعموم مطلع نہیں ہوتا اور مقطع بھی ضروری نہیں۔

اردو میں قطعہ نگاری کا آغاز دکن کی سرزمین سے عمل میں آیا۔ شمالی ہند میں حاتمؔ ، میرؔ، سوداؔ، مصحفیؔ، جراتؔ، اور انشاؔ وغیرہ نے اس صنف کو مزید ترقی دی۔ان کے بعد غالبؔ، ذوقؔ، مومنؔ اور شیفتہؔ نے بھی اس صنف سے بہت کام لیا۔حالیؔ، شبلیؔ، اکبرؔ، اقبالؔ ، ظفر علی خان، جوشؔ، احسان دانشؔ فیضؔ، اخترؔ انصاری، احمد ندیم قاسمیؔ اور عارف عبدالمتین کے قطعات کو بھی نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

رباعی:

رباعی عربی زبان کے لفظ ''رُبع'' سے نکلا ہے جس کے معنی ''چار'' ہے۔اصطلاح میں رباعی اس مختصر نظم کو کہا جاتا ہے جو صرف چار مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ پہلا، دوسرا، اور چوتھا مصرع لازماً ہم قافیہ ہوتے ہیں۔تیسرے مصرعے میں قافیہ ضروری نہیں۔رباعی کے پہلے تین مصرعے تین سیڑھیوں کی حیثیت رکھتے ہیں جو قاری کو بتدریج ایک ایسی بلندی تک لے جاتے ہیں جہاں چوتھا مصرع اپنا بھرپور جلوہ دکھاتا ہے۔اس چوتھے مصرعے کو تین مصرعوں کا نچوڑ، رباعی کی جان اور حاصلِ رباعی سمجھا جاتا ہے۔

رباعی ایک مشکل صنف سخن ہے جس کی بحریں اور اوزان مخصوص ہونے کے علاوہ مشکل اور دقیق ہیں۔

اردو میں دکنی شاعر قلی قطب شاہ کو اردو رباعی میں اولیت کا درجہ دیا جاتا ہے۔میرؔ، دردؔ، سوداؔ، انیسؔ، دبیرؔ، حالیؔ، اکبرؔ، جوشؔ، فراقؔ، گورکھ پوری اور عبدالعزیز خالد کی رباعیاں اہمیت رکھتی ہیں۔

رباعی کے موضوعات میں عشق و محبت، اخلاق و تصوف، حمد و نعت، پند و نصیحت، بادہ و ساغر، سیاست، معاشرت، محبوب کا سراپا اور مناظرِ فطرت وغیرہ شامل ہیں۔

اکبرالہ آبادی

سالِ ولادت: ۱۸۴۶ء　　　سالِ وفات: ۱۹۲۱ء

سیّد اکبرحسین نام تھا اور تخلص بھی اکبر تھا۔ الہٰ آباد (بمقام بارہ) میں پیدا ہوئے۔ اکبر کے آباواجداد نیشاپور سے برصغیر آئے تھے۔ ان کے والد کا نام تفضل حسین رضوی تھا جن کا شمار صوفی بزرگوں میں ہوتا تھا۔ والدہ بھی نہایت دیندار خاتون تھیں۔ الغرض اکبر کا خاندان نہایت مذہبی اور تصوف سے خاص لگاؤ رکھنے والا تھا۔

اکبر کے گھریلو مالی حالات اچھے نہ ہونے کے سبب وہ باقاعدہ طور پر زیورِ تعلیم سے آراستہ نہ ہو سکے مگر اپنے طبعی ذوق اور ذاتی مطالعہ کی بدولت فارسی، عربی اور انگریزی بول چال کی خوب مہارت حاصل کر لی تھی۔ اکبرالہ آبادی ایسٹ انڈیا کمپنی میں سرکاری ملازم مقرر ہوئے پھر کچھ عرصہ بعد ہی مختاری کا امتحان پاس کر کے نائب تحصیل دار ہو گئے۔ ۱۸۷۰ء میں ہائی کورٹ میں بطور ریڈر مقرر ہوئے۔ ۱۸۷۲ء میں وکالت کا امتحان پاس کیا اور ملازمت ترک کر کے وکالت کرنے لگے۔ ۱۸۸۰ء تک وکالت کا کام جاری رہا۔ جلد ہی اکبر منصف مقرر ہو گئے اور ۱۸۹۴ء میں سیشن جج ہو گئے، مگر آنکھوں کی تکلیف کی بنا پر ملازمت چھوڑنی پڑی۔ انھوں نے ۱۹۰۵ء میں پنشن پائی۔ ۱۹۰۷ء میں عدالتی خدمات کے سلسلے میں حکومت نے اکبر کو ''خان بہادر'' کے خطاب سے نوازا۔ ستمبر ۱۹۲۱ء میں اکبر دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

اکبر کا شمار اپنے وقت کے نامور شعرا میں ہوتا تھا۔ اکبر کو بچپن ہی سے شعر و سخن سے شغف تھا مگر ان کی باقاعدہ شاعری کا آغاز آتش کے شاگرد وحیدالدین وحید کی شاگردی میں آنے کے بعد ہوا۔ اکبر کی وجہِ شہرت ان کا طنزیہ و ظریفانہ کلام ہے۔ اکبر ظرافت کے ذریعے اخلاقی، سیاسی، معاشرتی ناہمواریوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اکبر نے اپنی شاعری کے ذریعے نئی تہذیب کی کورانہ تقلید کو ہدفِ تنقید بنایا اور مغرب پسندی کی جھوٹی آن بان کا تمسخر اڑایا۔

یہ امر بجا طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ اکبر کا کلام ہماری تاریخ اور اردو شاعری میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اکبر ظرافت کے پردے میں بڑے بڑے نکتے کہہ جاتے ہیں۔ مجموعی طور پر اکبر کی شاعری کی تہ میں گہرا فلسفہ پوشیدہ ہوتا ہے۔

اکبر اپنے طنزیہ و ظریفانہ کلام، بذلہ سنجی اور لطیف طنزیات سے اصلاح و درستی کا کام لیتے ہیں اور مسلم قوم کو ایک نئی جہت دکھا کر تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچانے کی سعی کرتے ہیں۔ اردو قومی شاعری کے حوالے سے ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

احسان دانش

سالِ ولادت: ۱۹۱۴ء　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　سالِ وفات: ۱۹۸۲ء

اصل نام احسان الحق اور تخلص احسان تھا۔ ان کے والد کا نام قاضی دانش علی تھا۔ چنانچہ اسی نسبت سے احسان دانش کے نام سے مشہور ہوئے۔ احسان دانش ۱۹۱۴ء میں کاندھلہ ضلع مظفر نگر (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کاندھلہ میں ہی پائی مگر مالی تنگدستی اور غربت کے باعث باقاعدہ طور پر تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ گھریلو مالی حالات ناساز گار ہونے کی بنا پر احسان کم عمری میں ہی تلاشِ روزگار میں لگ گئے۔ محنت مزدوری کا کوئی ایسا کام نہ تھا جو احسان نے نہ کیا ہو۔ معماری، باغبانی، قلی، مزدوری اور اس طرح کے دیگر پیشے اپناتے رہے مگر انھوں نے کبھی محنت مزدوری کو عار نہ سمجھا بلکہ ہمیشہ محنت کی عظمت کے عظیم مقصد کو پیشِ نظر رکھا۔

احسان دانش محنت مزدوری کے سلسلے میں قیامِ پاکستان سے بہت پہلے لاہور آ گئے تھے اور پھر یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ احسان دانش کو کم سنی سے شعر و سخن سے لگاؤ تھا۔ چنانچہ لاہور کی ادبی محافل میں ذوق و شوق سے شامل ہونے لگے اور جلد ہی ان کی شاعری کی شہرت پھیل گئی۔

احسان دانش کا شمار برصغیر کے نمایاں اور عظیم شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ اردو کے نامور شاعر تھے۔ احسان ایک فقیر منش، سادہ، خوش اخلاق اور علم دوست انسان تھے۔ احسان دانش نے اپنی خود نوشت سوانح ''جہانِ دانش'' میں اپنے حالاتِ زندگی تفصیل سے لکھے ہیں۔ بلاشبہ احسان دانش ایک عظیم شاعر تھے جنھوں نے اپنے گھریلو حالات ناساز گار ہونے کے باوجود کبھی ہمت نہ ہاری اور محنت کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے عمر بھر نہ صرف محنت مزدوری کی بلکہ ذاتی مطالعہ کر کے اپنی تعلیم کی کمی بھی بخوبی پوری کی اور اردو شاعری کے افق پر درخشندہ ستارہ بن کے ابھرے۔

۱۹۸۲ء میں یہ شاعرِ مزدور اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔

احسان دانش بنیادی طور پر شاعرِ انقلاب ہیں۔ احسان کی شاعری کا موضوع زیادہ تر مفلوک الحال مزدور اور محنت کش طبقہ ہے۔ احسان چونکہ خود بھی ایک مزدور تھے اس لیے محنت کش طبقہ کے دکھ درد کو بخوبی جانتے تھے۔ علاوہ ازیں احسان دانش ایک اچھے نثر نگار تھے۔ نثری خدمات کے حوالے سے ضرب الامثال اور تذکیر و تانیث پر انھوں نے قابلِ قدر کام کیا۔

مجموعی طور پر کلامِ احسان عزم، عمل، اخلاق، جدوجہد، اصلاحِ انسانیت سے بھرپور ہے۔

احسان دانش کی اہم تصانیف یہ ہیں:

نوائے کارگر، تفسیرِ فطرت، جادۂ نو، چراغاں، آتشِ خاموش، شیرازہ، گورستان، میراثِ مومن، زخم و مرہم۔